PAKISTAN AS AN ISLAMIC STATE THE CONTRADICTIONS OF IDEOLOGY AND PRACTICE IN ITS EDUCATION SYSTEM, ITS IMPACT ON NATIONAL LIFE AND STEPS FOR REFORM

پاکستان بحیثیت اسلامی ریاست اس کے تعلیمی نظام میں نظریہ و عمل کے تضادات، قومی زندگی پر اس کے اثرات اور اصلاح کے لئے اقدامات

Kamal Haider, Chairman, Department of Education, FUUAST, Karachi.
Masood Mashkoor Siddiquee, Dean, Management Sciences, FUUAST, Karachi.
Nazia Bibi, Lecturer, Department of Education, FUUAST, Karachi.

ABSTRACT

The purpose of this study is to review the education system of Pakistan interms of its ideology and practices since 1947 as well as its effects on Nation's life, Ideology, Culture and attitude of the people. Education without any Ideology is baseless and no significant impact has been produced on the life of nation and a country. Being an Islamic State, Pakistan came into being on the Ideology of Islam that proved and strengthen by the two nation theory. Therefore, the education system of Pakistan should reflect such Ideology that Promote Nationalism, Patriotism and peaceful living of the people. The Methodology of this study is qualitative based on indepth literature review. The study revealed that Government of Pakistan and all concerned institutions should get rid of the old British colonial system and Neo American system in future. They should develop their own education system that based on Islamic Ideology and make sure all necessary measure for implementation by law. Single curriculum, Single medium instruction and a single system of education is now a dire need of Pakistan.

KEYWORDS: *Ideology, Practices, Education System, Contradictory of ideology in Pakistan.*

تعارف

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ دنیا کی ہر قوم سب سے پہلے اپنی تمدنی زندگی کی ابتداء اور ملکی مسائل کے حل سے قبل کسی نہ کسی فلسفہ حیات کا تعین کرتی ہے اور پھر اس فلسفہ حیات کی روشنی میں مختلف نظام ہائے زندگی کے لئے پالیسی وضع کر کے اپنی معاشرتی زندگی کے استحکام و ترقی کے لئے جستجو کرتی ہے۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ فلسفہ حیات کو بنیاد بنائے بغیر نہ کوئی نظام زندگی قائم و دائم رہ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی پالیسی وضع کئے بغیر ملک و قوم ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتے ہیں اور نہ ہی جرأت و اعتماد کے ساتھ اپنی آزادی کو برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ بنیادی طور پر ہر قوم کا اس مخصوص فلسفہ حیات یا اس مرکزی تصور کے ساتھ بلند ہم آہنگی، ہمہ گیری، وسیع النظری اپنے مذہبی اقدار و عقائد سے وابستگی اور اس پر فخر کا جذبہ ہونا لازمی ہے بصورت دیگر اس قوم کی بقاء اور اس کا مستقبل روشن ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ہر قوم کا مستقبل حال سے وابستہ ہوتا ہے اور حال ہر صورت میں ماضی کا مرہون منت ہوتا ہے۔(1)

اسی طرح اگر ہم پاکستان کے فلسفہ حیات اور مروجہ تعلیمی پالیسیوں کا جائزہ لیتے ہیں تو اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ پاکستان کے قیام سے قبل ہی اس کا فلسفہ حیات متعین ہو چکا تھا۔ بعد ازاں اس فلسفہ حیات کے تحت ہی پاکستان معرض وجود میں آیا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پاکستان کا فلسفہ حیات کیا ہے؟ اس کی وضاحت سے قبل نظریہ پاکستان کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ اس کی روشنی میں ہی ہم پاکستان کے فلسفہ حیات یا نظریہ حیات کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ بنیادی طور پر "نظریہ اصولوں کی ایسی مرتب شدہ شکل کا نام ہے جو حقائق وواقعات کی روشنی میں ایک نتیجے کے طور پر ظہور میں آتی ہے"۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو "نظریہ پاکستان مسلمانان پاکستان کے اس عزم کا اعلان ہے کہ وہ اسلامی فلسفہ حیات کو تسلیم کر کے اس کے مطابق زندگی بسر کریں گے"۔(2) یوں دیکھا جائے تو نظریہ پاکستان فلسفہ اسلام کا پرتو نظر آتا ہے اور اس کے اساسی اصول مسلمانانِ ہندوستان کے مطالبے کے مطابق یہ بنتے ہیں کہ مسلمان ہندوستان بربنائے عقیدۂ اسلام کے ہندو اکثریت سے الگ قوم ہیں کیوں کہ ان کا فلسفہ حیات جدا ہے ان کا مذہب جدا اور ان کا طرز معاشرت جدا ہے ان کی تاریخ جدا ہے ان کا تصور کائنات جدا ہے ان کا تصور علم جدا، ان کی ثقافت جدا، ان کا شعور وتناسب اور اقدار جدا ہیں ان کی آرزوئیں جدا ہیں۔(3) غرضیکہ وہ ہر پہلو، ہر زاویے اور ہر مفہوم سے ایک مستقل قوم ہیں۔ یہی وہ فلسفیانہ اصول ہیں جو نظریہ پاکستان کی بنیاد بنے۔ بالآخر انہیں بنیادی اصولوں کے نتیجے میں 1947ء کو برصغیر میں ایک آزاد مملکتِ خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان معرض وجود میں آئی اس طرح مسلمانانِ پاکستان کی قومیت کی بنیاد فلسفہ اسلام قرار پایا۔ خود بابائے قوم نے پاکستان اور اسلام کو لازم وملزوم قرار دیا۔ اسلام کے بغیر یہ ملک ایک مملکت تو ہو سکتا ہے لیکن اس صورت میں اُسے جدوجہد پاکستان، اس کی غرض وغایت اور مقاصد سے منقطع ہی سمجھا جائے گا۔(4) غرض کہ پاکستان کی بنیاد کوئی دو فلسفہ ہائے حیات پر رکھے یا تین پر لیکن یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ فلسفہ اسلام ہی پاکستان کی اساس ہے جس پر پاکستان کے تمام نظام ہائے زندگی کی بنیاد استوار ہونی چاہئے تھی لیکن افسوس کہ عملاً ایسا نہیں ہو سکا۔(5)

نظریہ پاکستان کی متذکرہ بالا وضاحت کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان کی تمام تعلیمی پالیسیوں کی بنیاد فلسفہ اسلام قرار پاتا ہے۔ قرآن وحدیث کو بنیاد بنا کر ایک ایسی تعلیمی پالیسی تشکیل دی جاتی جو ایک طرف تو اسلامی زندگی کی بنیادی حقیقتوں پر روشنی ڈالتیں اور ہمیں یہ بتاتی کہ کائنات کی حقیقت کیا ہے؟ اس میں انسان کا اصل مقام کیا ہے؟ اور اس کی زندگی کا نصب العین اور مقصد کیا ہے؟ اور جو اساسی قانون اس میں کارفرما ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ علم کے ذرائع کیا ہیں؟ اور کون سا علم مستند ہے؟(6) غرضیکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں تشکیل پانے والی متعدد تعلیمی پالیسیاں بنیادی عقائد کی شکل میں ہمیں زندگی کی حقیقتوں سے روشناس کراتیں اور کائنات وحیات کے بارے میں صحیح زاویہ نظر عطا کرتیں۔ دوسری طرف اسلام کی تمدنی زندگی کا مفصل لائحہ عمل اور ثقافتی وتمدنی قانون پیش کرتیں تاکہ ہم افراط اور تفریط سے بچ کر اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو نظریہ پاکستان کے اعتدال وتوازن پر مبنی بنیادی فلسفیانہ اصولوں پر استوار کرتے اور

کامیاب وکامران رہتے لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہوسکا۔ نظریہ پاکستان کو بنیاد بنانے کے بجائے نظریہ ضرورت کو پیش نظر رکھ کر مغربی فلسفہ ہائے تعلیم کو بنیاد بنایا گیا۔ اسلامی فلسفہ حیات کی روشنی میں رضائے الٰہی کا حصول اور ایک ملی زندگی کی بھرپور تکمیل کی تیاری کے بجائے محض ترقیاتی منصوبوں کی ترجیحات کو مقاصد تعلیم متعین کیا گیا۔(7) ابتدائی تعلیمی کمیشن نے پاکستان کے نظام تعلیم کے جن خدوخال کا تعین کیا وہ نہ تو نظریہ پاکستان کی روح کی عکاسی کرتے تھے اور نہ ہی فلسفہ اسلام کی بنیاد پر ایک آزاد اسلامی ملک کے نظام تعلیم کی بنیاد بننے کے شایانِ شان تھے اس میں تعلیمی مقاصد کے ضمن میں افراد کو اچھا شہری اور اچھا کارکن اور اچھا سائنسدان بنانے کی خواہش تو کی گئی لیکن فلسفہ اسلام کے مقاصد کے مطابق رضائے الٰہی کے حصول کے لئے اچھا مسلمان بنانے ،اُمت مسلمہ کے بہترین رکن بنانے کے لئے اقدامات نہیں اٹھائے گئے۔(8)

بابائے قوم کے اصرار کے باوجود قومی نظامِ تعلیم کو اسلامی فلسفہ حیات کے تابع بنانے کے بجائے قدیم فرسودہ نظامِ تعلیم اور انگریزوں کے مسلط کئے ہوئے برطانوی نظامِ تعلیم کے فلسفیانہ اصولوں کا تابع بنایا گیا۔ اس میں اسلامی فلسفہ کی چند اقدار اور اصولوں کا ذکر کرکے اس ابتدائی تعلیمی کانفرنس کی سفارشات میں مکمل ضابطہ حیات کی نفی کی گئی اور کہیں کہیں تو جدید اسلام کی بھی بات ہوئی لیکن مجموعی طور پر افراد کو اچھے مسلمان اور اچھے شہری بنانے کے لئے انگریزوں کے دور کے نظام تعلیم کے خدوخال کو کافی سمجھا گیا اور لازمی مضمون کی حیثیت سے اسلامی تعلیمات کے ایک ہی مضمون کو ملکی ضروریات اور اخلاقی اقدار کی نشوونما کے لئے بہت سمجھا گیا اس ابتدائی تعلیمی کانفرنس میں اسلامی فلسفہ تعلیم کے بنیادی اصولوں کے برعکس تعلیم جیسے اہم شعبہ زندگی کو غیروں کے فلسفہ حیات کی بنیاد پر استوار کرکے اسے چند لوگوں کا حق قرار دے کر عام افراد کے لئے تعلیم کا حصول ناممکن بنا دیا گیا۔(9) مختصر یہ کہ اس ابتدائی تعلیمی کانفرنس میں جو سفارشات مرتب ہوئیں ان میں نہ تو نظام تعلیم کے خدوخال کو بھرپور انداز میں فلسفہ اسلام اور نظریہ پاکستان کے بنیادی اصولوں کے مطابق واضح کیا گیا اور نہ ہی کسی مکمل انتظامی ڈھانچے کی تشکیل کی گئی۔ اس کی وجہ کانفرنس منعقد کرنے والے وہ افراد تھے جو انگریزوں کے وفادار ہونے کے ساتھ ساتھ فلسفہ اسلام اور اس کی عظیم تعلیمات کے خلاف تھے۔ انہوں نے انگریزوں کے مسلط کئے ہوئے نظام تعلیم کے بنیادی اصولوں کے علاوہ تاریخِ اسلام کے مختلف ادوار حکمرانوں نے انتظامی اور جغرافیائی تفاوتوں کے علاوہ اپنے دور کی ضرورتوں کے تحت قرآن وحدیث سے صرفِ نظر کرکے جس طرح لائحہ عمل اختیار کیا تھا اس کو من وعن اپنایا حالانکہ اس ضمن میں بابائے قوم کا واضح پیغام موجود تھا۔(10) جب بابائے قوم نے جب پہلی تعلیمی کانفرنس کے انعقاد کی ہدایت کی اور کہا کہ بحیثیت ایک آزاد مسلم قوم کے اپنے تمدن اور تاریخ کی روشنی میں ہمیں ایک ایسا نظامِ تعلیم ترتیب دینا ہوگا جو نہ صرف قرآنی تصورات کا آئینہ دار ہو بلکہ جدید تبدیلیوں اور ترقیات کے پس منظر میں قوم کی صحیح رہنمائی بھی کرسکے۔(11) اس کانفرنس میں مقررین نے اس بات کا بھرپر اعادہ کیا کہ فلسفہ اسلام کے

بغیر وطن عزیز کے نظامِ تعلیم کی تشکیل کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے فلسفہ اسلام کو ہی قومی نظامِ تعلیم کی اساس ہونا چاہیے لیکن عملی طور پر اس تعلیمی کانفرنس کی سفارشات اس اعادہ کے مطابق نہ تھیں اور جب یہ سفارشات منظر عام پر آگئی تو ان کے پس پشت اسلامی فلسفہ کا شائبہ تک نہ تھا۔(12) یہی صورت حال 1958ء تک جاری رہی۔ ایوب خان نے اقتدار سنبھالتے ہی نظامِ تعلیم کی تشکیلِ نو کے لئے دور کنی کمیشن قائم کیا۔ اس کمیشن نے بھی نظامِ تعلیم کی تشکیلِ نو کے لئے بابائے قوم کے فرمودات کو پیش نظر رکھ کر اس بات کا اعادہ کیا کہ قومی نظامِ تعلیم اسلامی فلسفہ کے ہمہ گیر اصولوں پر استوار ہو اور نظریہ پاکستان کا آئینہ دار ہو۔ چنانچہ اس بنیادی نقطہ نظر کے مطابق اس کمیشن نے کئی جرأت مندانہ اقدامات کئے۔ لیکن یہ اقدامات بھی عملاً اسلامی فلسفہ کے مظہر نظام تعلیم کی بنیاد نہ بن سکے۔(13) اس کی وجہ یہ تھی کہ عنان اقتدار پر ایک فوجی ڈکٹیٹر قابض تھا جس کے پیش نظر محض اقتدار کو طوالت دینا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہترین انتظامی حراراکی نہ ہونے کی وجہ سے تمام سفارشات سرخ فیتے کے بھینٹ چڑھ گئیں۔ پھر 1964 کا تعلیمی کمیشن متشکل ہوا اس ضمن میں اس کمیشن میں بھی زبانی جمع زچ کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہوا قومی تعلیم پر بدستور قومی نظریئے سے محروم رہی۔(14) اس طرح طویل عرصہ 1958ء سے لے کر 1964ء تک قومی نظام تعلیم کا فلسفیانہ ارتقاء انحطاط پذیر رہا۔ یحیٰی خان اقتدار پر قابض ہوا انہوں نے 1969 میں نور خان کی سربراہی میں ایک تعلیمی کمیشن تشکیل دیا تاکہ قومی نظامِ تعلیم کی از سرِ نو تشکیل ہو سکے۔ اس کمیشن نے کاغذی کاروائیوں کی حد تک سابقہ تمام تعلیمی پالیسیوں کے بنیادی نکات میں کچھ ترامیم واضافہ کرکے انہیں کا اعادہ کیا۔(15) پھر 1970 کی پالیسی متشکل ہوئی اور بنیادی فلسفہ سے اس کو منضبط کرنے کو کہا گیا کہ قومی نظام تعلیم کو قرآن وسنت کی روشنی میں متشکل کرکے نظریہ پاکستان سے ہم آہنگ بنایا جائے لیکن عملاً اس پر بھی عمل درآمد نہیں ہو سکا۔ اس پالیسی میں نور خان کمیشن کی باقی تمام تجاویز کو من وعن قبول کیا گیا لیکن بنیادی فلسفہ کے اہم نکات اور اصولوں کو ماضی کی طرح ایک دفعہ پھر نظر انداز کر دیا گیا۔(15) 1972ء میں جب ذوالفقار علی بھٹو برسر اقتدار آیا تو انہوں نے ایک نئی تعلیمی پالیسی کا اجراء کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تعلیمی پالیسی کسی حد تک ماضی کی تمام تعلیمی پالیسیوں سے زیادہ افادی ثابت ہوئی تعلیمی میدان میں اس پالیسی کے دور رس اثرات مرتب ہوئے لیکن فلسفہ اسلام کو اس پالیسی میں بھی نظر انداز کر دیا گیا۔ بحیثیت مجموعی اس تعلیمی پالیسی کے تحت نظامِ تعلیم کے رسمی خدوخال کسی حد تک واضح کئے گئے لیکن اس کے باوجود نظامِ تعلیم کے بنیادی فلسفے کا تعین نہیں ہو سکا جس کی وجہ سے وطن عزیز کی فلسفیانہ اور مادی بنیادوں میں عدم توازن اور بڑھ گیا۔ یوں قومی نظامِ تعلیم کا فلسفیانہ ارتقاء بدستور انحطاط پذیر رہا۔(16)

پھر 1977ء میں ضیاء الحق نے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے ملک کا اقتدار سنبھالا۔ انہوں نے اقتدار سنبھالتے ہی فلسفہ اسلام کے عملی اطلاق کو مشن قرار دے کر اس اقدام کو اس وقت تک ناممکن قرار دیا جب تک کہ نظامِ تعلیم کو اسلامی فلسفہ حیات کے تحت متشکل نہیں

کیا جاتا۔ اس اعلان کے فوراً بعد ضیاء الحق نے ایک تعلیمی کمیشن مقرر کیا اس کمیشن نے قلیل عرصہ میں 1978 کی تعلیمی پالیسی وضع کی جس کے تحت قومی نظامِ تعلیم کا رسمی ڈھانچہ استوار کیا گیا اور یہ دعویٰ کیا گیا کہ اب قومی نظامِ تعلیم خالصتاً اسلامی فلسفہ حیات جو قومی نظریہ اور نظریہ پاکستان کی بنیاد ہے ، کے بنیادی اصولوں پر استوار کیا گیا ہے۔(17) تاہم عمل کا وقت آگیا تو ان خطوط سے ہٹ کر کام کیا گیا اسلامائزیشن کا نفاذ تو درکنار تعلیمی عمل جو 1972ء کی تعلیمی پالیسی کے رہنما خطوط پر گامزن تھا اس کی دھجیاں اُڑا دی گئیں۔ یوں ایک دفعہ پھر قومی نظام تعلیم بنیادی فلسفے کے اساسی اصولوں سے محروم رہا۔ اس کے بعد بے نظیر بھٹو بر سر اقتدار آئی اور اس وقت کے وزیر تعلیم غلام مصطفی شاہ کو بنیادی فلسفے کی اساس پر نئی تعلیمی پالیسی وضع کرنے کی ہدایت کی۔ غلام مصطفی شاہ اس پر عمل پیرا تھے کے بینظیر بھٹو کی حکومت ختم کر دی گئی یوں قومی نظامِ تعلیم کے بنیادی فلسفہ کے اساسی اصولوں کی بنیاد پر تشکیل کا خواب ایک دفعہ پھر ادھورا رہا۔ پھر نواز شریف کی حکومت آئی اس حکومت نے دعوے تو بہت کئے مرکزی وزیر تعلیم فخر امام نے 1992 کی قومی تعلیمی پالیسی کا ابتدائی خاکہ تیار بھی کیا لیکن یہ دعویٰ بھی نواز شریف کے ان دعوئوں کی طرح کہ اب پاکستان کے تمام شعبہ ہائے زندگی میں اسلامائزیشن کا نفاذ ہو گا محض دعویٰ ہی ثابت ہوا عملاً ان دعوئوں کے برعکس عمل کیا گیا۔(18) بے نظیر بھٹو ایک دفعہ پھر برسر اقتدار آئی لیکن نئی تعلیمی پالیسی کی تشکیل کا انہیں موقع ہی نہیں ملا، ملک میں سیاسی عدم استحکام کے نتیجے میں نواز شریف ایک دفعہ پھر برسر اقتدار آگئے ہیں۔ انہوں نے آتے ہی نئی قومی تعلیمی پالیسی 1998-2010ء کا اجراء کیا۔ یہ پالیسی بھی ماضی کی پالیسیوں کا ہی تسلسل نظر آتی ہے۔(19) اس کے بعد 2010 سے 2020 کی تعلیمی پالیسی وضع ہوئی یہی پالیسی آج کل مروّج ہے یہ پالیسی بھی حسبِ سابق فکری محاسن کی بنیاد پر متشکل ہوئی ہے۔(20)

اہمیت

قطع نظر اس کے قیامِ پاکستان کے وقت ہی ہمارے اربابِ فکر و دانش اور اربابِ اقتدار و اختیار کو یہ غور فکر کرنا چاہیئے تھا کہ پاکستان بحیثیت اسلامی ملک کے اس کے فلسفہ حیات کی کیا بنیادیں ہونی چاہئیں نیز ہر شعبہ زندگی کی تشکیل کس بنیادی فلسفے کی اساس پر استوار ہو حالانکہ یہ طے شدہ امر تھا کہ فلسفہ اسلام ہی پاکستان کے تمام نظام ہائے زندگی کی بنیاد بنے گا اس لئے اس کے نظام تعلیم کا فلسفیانہ ارتقاء فلسفہ اسلام کے ہمہ گیر اصولوں پر ہونا چاہیئے تھا۔ بالفاظ دیگر مملکتِ خداداد پاکستان کے فلسفیانہ سرچشمے قرآن و سنت تھے جن سے کل شعبہ ہائے زندگی کے اصول اور قوائد و ضوابط اخذ ہو سکتے تھے۔ اگر اس غرض کے لئے ایک مثالی، باشعور اور ذمہ دار نظام اجتہاد قائم کر دیا جاتا تو جدید ترین مظاہر زندگی کا حل اس کے ذریعے دستیاب ہو سکتا تھا مگر افسوس کہ ہمارے اربابِ اقتدار اور ماہرینِ تعلیم نے بحیثیت آزاد اسلامی مملکت کے شہریوں کے یہ نہیں سوچا کہ اسلامی فلسفے پر استوار ہمارا نظامِ تعلیم ایک آزادی پسند مسلمان قوم کا نمائندہ ہو۔ یہ بات ذہن نشین

رہے کہ اسلامی فلسفہ سے مراد وہ فلسفہ نہیں ہے جو مسلمان مفکرین نے افلاطون اور ارسطو کے فلسفیانہ اصول مستعار لے کر پیش کیا ہے بنیادی طور پر اسلامی فلسفہ کہیں مرتب شدہ موجود نہیں ہے بلکہ اسے قرآنی بنیادوں پر مرتب کرکے اس کی تدوین کی جاسکتی ہے۔(21) باالفاظ دیگر اپنی ثقافت اور طرزِ معاشرت کا سہارا لینے اور اسے نقطہ آغاز بنانے کے بجائے ہم خود قرآن پر غور کریں اس کی ابدی اور ہمہ گیر تعلیمات کا تجزیہ کریں اور ان کو بنیادی حیثیت دیتے ہوئے اپنی فکر کی تدوین کریں تو صحیح معنوں میں یہی اسلامی فلسفہ ہو گا ۔بنیادی طور پر قرآن ہمیں ایک طرف تو انسانی علم و عقل کی حدود بتاتا ہے تو دوسری طرف محسوسات کے پیچھے چھپی ہوئی حقیقت کو تلاش کرنے کا صحیح راستہ بتاتا ہے تو تیسری طرف وہ منطق کے ناقص طرزِ استدلال سے صرفِ نظر کرکے عقل عام کے مطابق ایک سیدھا اور سہل طرزِ استدلال بتاتا ہے اور ان سب کے اشتراک سے وہ ایک مکمل نظریہ کائنات و انسان پیش کرتا ہے جس کے اندر ذہن میں پیدا ہونے والے ہر سوال کا جواب موجود ہے۔ان تصورات کی بنیاد پر ایک نیا فنِ استدلال ایک نیا فلسفہ مابعد الطبیعیات، ایک نیا فلسفہ علمیات، ایک نیا فلسفہ قدریات اور ایک نیا فلسفہ مرتب کیا جاسکتا ہے۔(22)

اس تناظر میں پاکستان کے تعلیمی نظام کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ یہ مختلف کمزوریوں کا شکار ہے بالخصوص یہ قومی نظریاتی اساس سے عاری اور بے مقصدیت کا حامل ہے پچھلے 72 سالوں سے پاکستان کا مروّجہ نظامِ تعلیم قیامِ پاکستان کے مقاصد اور موجودہ تقاضوں کے حصول کیلئے فعال تو نظر آتا ہے لیکن نتیجہ لاحاصل۔اس ضمن میں اربابِ اقتدار و اختیار نے اس کی بہتری کیلئے کوئی خاطر خواہ کوششیں نہیں کیں اور نہ ہی اس کو دنیا کے تعلیمی نظاموں سے ہم آہنگ کرنے کیلئے کوئی عملی انقلابی قدم اٹھایا۔(23) پاکستان کا نظام تعلیم اسلامی اقدار، روایات اور نظریاتی اساس سے عاری ہے۔پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد سے حکومتیں کوئی ایسا نظام متشکل نہ کرسکیں جو نظریہ پاکستان کی بنیاد پر منظم ہوتا اور اسلامی ریاست کی آنے والی نسلوں کیلئے فائدہ مند ثابت ہوتا اور اُنہیں صحیح مسلمان اور صحیح پاکستانی بنانے کے لئے تربیت مہیا کرتا اور اُن کے بہتر مستقبل کی طرف نشاندہی کرتا۔سب سے افسوسناک امر یہ ہے کہ ماضی کی حکومتوں میں سے کسی نے بھی قومی نظام تعلیم کی نظریاتی کمزوریوں کی طرف توجہ نہیں دی اور اس کے فکر و عمل کے تضادات اور اس کے نتیجے میں مرتب ہونے والے اثرات کے بارے میں نہیں سوچا اور نہ کوئی مربوط پالیسی مرتب کی۔(24) اس تحقیقی مطالعے کی اہمیت یہ ہے کہ پاکستان کے مروّجہ نظام تعلیم کا عمیق مطالعہ ہو اور اس کے نظریہ و عمل میں جو تضادات ہیں وہ متعین ہوں بالخصوص نظریہ پاکستان کی بنیاد پر پاکستان حاصل ہوا لیکن عملاً پچھلے 72 سالوں میں اُسے نظام تعلیم کی بنیاد کیوں نہیں بنایا گیا دوسری جانب قومی نظریئے کو بنیاد نہ بنانے سے خود تعلیم پر کیا اثرات مرتب ہوئے اور تعلیم کی وساطت سے مسلمان قوم کی نوجوان نسل کی تربیت میں کیا خلل واقع ہوئے اس کے علاوہ قومی نظریئے کے برعکس تعلیمی نظام کی تشکیل کیلئے جو مغربی بدیسی نظریات بنیاد بنائے جاتے رہے اس روش

کی وجہ سے پاکستانی قوم کے طرز معاشرت، تربیت اور انفرادی و اجتماعی زندگی میں کیا اثرات مرتب ہوئے اُن کا تعین ہو۔(25) بناء بریں قومی نظام تعلیم نظریاتی بنیادوں سے کیوں عاری ہے؟ قوم کے سماجی، مذہبی اور سیاسی ورثے اس کی بنیاد کیوں نہیں بن سکے جس کی وجہ سے عملاً تعلیمی نظام میں کیا تضادات رونما ہوئے۔ اس پوری صورتحال کا عمیق تجزیاتی جائزہ اس مطالعے کی اہمیت کو واضح کرتا ہے(26)

مقاصد مطالعہ

نیز اس مطالعے کے جو اہم اور بنیادی مقاصد متعین کیے گئے اُن میں عمومی لحاظ سے کسی بھی ملک و معاشرے مقاصد مطالعہ کیلئے تعلیم کی ضرورت و اہمیت کا جائزہ لینا، نظام تعلیم کی تشکیل کیلئے نظریئے کی ضرورت، افادیت اور اہمیت کا تعین کرنا، پاکستان کے مروّجہ نظام تعلیم کا تنقیدی اور تجزیاتی جائزہ لینا، اس امر کا بھی جائزہ لینا کہ پاکستان کا مروّجہ نظام تعلیم پچھلے 72 سالوں سے قومی نظریئے کی بنیاد پر کیوں نہیں منظم و متشکل ہو سکا، اس بناء پر تعلیم کے نظریہ و عمل میں جو کشاکش اور غیر ہم آہنگی پیدا ہوئی ہے اس کا تجزیہ پیش کرنے کے علاوہ پاکستان کے نظام تعلیم کی نظریاتی کمزوریوں کا عمیق جائزہ لینا نیز اس بات کا بھی تجزیاتی جائزہ لینا کہ پاکستان کے نظام تعلیم کی تشکیل میں بدیسی مغربی نظریات کو بنیاد بنانے کی وجوہات و اثرات کیا ہیں ان کا تعین کرنا۔ اس مطالعے کا سب سے اہم مقصد یہ ہے کہ پاکستان کے تعلیمی نظام کے نظریہ و عمل کے جو تضادات ہیں انہیں متعین کرنے کے علاوہ قومی زندگی پر ان کے اثرات کا جائزہ لینا ہے۔

نظریہ و عمل کے تضادات

اس پرچے مطالعے میں پاکستان کے نظام تعلیم کے نظریہ و عمل سے متعلق جو تضادات سامنے آتے ہی وہ یہ ہیں نظریہ و عمل میں غیر ہم آہنگی، تعلیم لازمی اچھائی، سماجی فریضہ اور موثر ارتقاء، معیاری تربیت اور قومی ثقافت کی ترویج کا ذریعہ نہ بن سکی، نظریاتی کمزوریاں واقع ہوئیں، مغربی طرز تعلیم کو فروغ ملا، تعلیم بے مقصدیت کی جانب گامزن رہی اور قیام پاکستان کے مقاصد حاصل نہ کیے جا سکے اس کے علاوہ پاکستان کے نظام تعلیم کی نظریہ پاکستان کو بنیاد نہ بنانے کی عملی روش کی وجہ سے اس کے فکر و عمل میں جو تضادات میں واقع ہوئے اور قومی زندگی پر ان کے جو اثرات مرتب ہوئے ہیں وہ یہ ہیں۔ پاکستان کا قومی تشخص تعلیم کے وسیلے سے اُجاگر نہ ہو سکا، طبقہ واریت کو فروغ ملا، قومی مقاصد اور عمومی نصب العین کا حصول دشوار رہا، نظریہ پاکستان صرف نظر رہا، نظریاتی ریاست کا تشخص مجروح ہوا، معاشرے میں کشاکش، تصادم اور عدم استحکام واقع ہوتا رہا، تعلیم ایک لایعنی سرگرمی بن کر رہ گئی اور نظریاتی رہنمائی سے محروم رہی، اتحاد اور بھائی چارے کا فقدان ہوا اور قومی اہداف کا حصول ناممکن ہوا، خود نظام تعلیم اور اس کی وساطت سے معاشرے میں طبقہ ورایت کو فروغ ملا۔ اس

مطالعے میں ملک بھر کی اعلیٰ جامعات کے 100 اساتذہ سے رائے لی گئی اور بطور مجموعی 75.4 فیصد اساتذہ کی کامل اکثریت نے قومی نظام کے فکر و عمل کے متذکرہ تضادات اور قومی زندگی میں درج بالا اثرات سے کلی طور پر اتفاق کیا۔

قومی زندگی پر اثرات

اس پس منظر میں جب ہم پاکستان کے فکر و عمل کے حامل مروّجہ قومی تعلیمی نظام کے خدوخال اور سماجی ترقی میں اس کے کردار کو جانچنے کی کوشش کرتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارا تعلیمی نظام نہ تو ایک ایسی وحدت نظر آتا ہے جو مؤثر تعلیم کو فروغ دینے کا باعث بنے اور نہ ہی فلسفیانہ ارتقاء کے حوالے سے اس کا رسمی ڈھانچہ قومی تقاضوں کا آئینہ دار اور سماجی ثقافتی پس منظر کا مظہر نظر آتا ہے 72 سالہ قومی زندگی میں قومی نظامِ تعلیم کی تشکیل جدید کیلئے جتنی بھی تعلیمی پالیسیاں متشکل ہوئی ہیں ہر ایک پالیسی کی بنیاد قومی فلسفہ حیات کے برعکس بدیسی فلسفہ حیات بنا ہے جس کی بنیاد پر ہماری تعلیم مکمل طور پر مغربی طرز کی نظر آرہی ہے جس کی وجہ سے معاشرے میں طبقاتی رجحانات فروغ پانے کے ساتھ ساتھ عصبیتی میلانات بھی پروان چڑھ رہے ہیں اس کے علاوہ ہمارا نظامِ تعلیم فکر و عمل کے ارتباط کے حوالے سے مکمل طور پر کئی سمتوں کی جانب سفر کرتا دکھائی دیتا ہے جس کی بناء پر نہ تو اس میں کوئی علمی ارتباط نظر آتا ہے اور نہ ہی اس کے تحت دی جانے والی تعلیم قومی تشخص کی بنیاد پر افراد معاشرہ کی مؤثر تربیت کا باعث بن رہی ہے اور نہ ہی نظریہ پاکستان کے مطابق معاشرے کے خدوخال اُجاگر ہو رہے ہیں۔ گویا ہمارے مروجہ نظام تعلیم کے فکر و عمل کے درمیان جو تضادات ہیں انہوں نے ہماری پوری زندگی کو منتشر اور عدم استحکامی کیفیات کے علاوہ مختلف بگاڑ کی آماجگاہ بنا دیا ہے۔ بایں بنیاد ضروری ہے مروّجہ قومی نظامِ تعلیم کے منتشر پہلوئوں کے علاوہ اس کے فکر و عمل میں جو تضادات ہیں وہ دور ہوں اور ان زاویوں کی اصلاح کے لئے محض کاغذی کاروائیوں کے برعکس عملی اقدامات اُٹھائے جائیں اور جو عناصر ہمارے قومی تشخص اور ملی وحدت پر منفی اثرات مرتب کر رہے ہیں ان کا سدباب ہو جو تعلیم کو انحطاط پذیر اور اسے خالصتاً سماجی فریضہ بننے سے روک رہے ہیں۔

عملی اقدامات کے لئے سفارشات

اس کے علاوہ اس صورتحال کے سدباب کے لئے جو سفارشات مرتب کی گئی ہیں وہ یہ ہیں۔ پاکستان کے قومی نظام تعلیم کے نظریہ و عمل میں ہم آہنگی کے لئے اس کی تشکیل جدید ہو اور نظریہ پاکستان جس کی بنیاد بنے، ارباب اقتدار اور اہلِ فکر و دانش قوم کے مستقبل کا خیال رکھتے ہوئے غلامی کی باقیات یعنی مغربی طرزِ تعلیم اور نظریات سے جان چھڑائیں، حکومت فوری طور پر ایک ٹاسک فورس تشکیل دے کر فلسفہ اسلام کی رہنمائی میں مختلف عناصر تعلیم کی ہئیت ازسرِ نو متعین کرے اور نوجوان نسل کی نظریہ پاکستان اور فلسفہ اسلام کے فکری محاسن سے

آ گہی کیلئے اُسے مختلف سطحوں کے نصاب میں شامل کرنے کے اقدامات اٹھائے جائیں۔ماہرین تعلیم پر مشتمل ایک کمیشن تشکیل دیا جائے جو نظام تعلیم کی نظریاتی اور دیگر تمام کمزوریوں کا باریک بینی سے جائزہ لے کر ایک حقیقت پسندانہ لائحہ عمل ترتیب دے اور حکومت اس پر فوری عمل درآمد یقینی بنانے کے اقدامات اٹھائے۔اس ضمن میں اب یا کبھی نہیں کے تصور کے تحت پالیسی وضع ہو اور اس پالیسی کے فوری اطلاق کو یقینی بنایا جائے اس ضمن میں پارلیمنٹ سے قانون سازی ممکن بنائی جائے۔حکومت قدیم برطانوی اور جدید امریکی نو آبادیاتی نظاموں کے نظریات سے جان چھڑائے تاکہ تعلیم قومی نظریئے کی آئینہ دار ہو اور بحیثیت اسلامی ریاست پاکستان کے سماجی، ثقافتی ورثے کو آئندہ نسلوں میں منتقل کر سکے۔ تب ہی قیام پاکستان کے مقاصد کے حصول کی راہ ہموار ہو سکتی ہے۔بناء بریں تعلیم سے طبقہ واریت، لسانی، مذہبی تضادات اور منافرت کا خاتمہ ہو بصورت دیگر بدیسی نظریات کی حامل تعلیم ہماری قومی تاریخ میں مزید تضادات اور بگاڑ کا باعث ہو سکتی ہے۔

حوالہ جات

1۔ پروفیسر خورشید احمد، "پاکستانی سیاست اور آئین" اسلام آباد، انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، 1994ء ص۔ص۔59-58

2۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف خرم، "تعلیم کی فلسفیانہ اور عمرانیاتی بنیادیں" کراچی، رہبر پبلشرز، اشاعت نہم 2019ء ص۔466

3۔ ایضاً ص۔469

4. Ian Talbot, "Pakistan A Modern History" Lahore Vanguard 1999, P. 274

5۔ ڈاکٹر محمد اعظم چوہدری، "پاکستان کا آئین: تاریخ، وضاحت اور تجزیہ" کراچی، فرید پبلشرز، 2015ء ص۔22

6۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف خرم، "قومی نظام تعلیم کی تشکیل جدید (نظریہ و عمل)" کراچی، رہبر پبلشرز، 1999ء ص۔112

7۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف خرم، "تعلیم کی بنیادیں" کراچی، رہبر پبلیشرز، 2010ء ص۔480

8. Govt. of Pakistan, "Recommendationsof First Educational Confrence 1947" Karachi, Ministry of Education 1949, P P. 4-18

9۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف خرم، "قومی نظام تعلیم مسائل اور حل" کراچی، اُردو اکیڈمی سندھ، 1998ء ص۔41

10- پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف خرم، "پاکستان میں سیاسی عدم استحکام کے تعلیم پر اثرات" کراچی، رائل بُک کمپنی، 2010ء ص ص۔160-159

11. A. Khursheed Yousufi, "Speehes & Massages of Quaid-e-Azam" Lahore Bazm-e-Iqbal 1996, P.47

12۔ پروفیسر ظفر حسین خان، "تناظر تعلیم" کراچی، طاہر سنز، 1990ء ص۔62

13. Govt. of Pakistan, "Report on the Commission of National Education Commission 1959" Karachi, Ministry of Education 1959, P P. 14-21

14. Govt. of Pakistan, "Report on the Commission of National Education Commission 1964" Islamabad, Ministry of Education 1964, P P. 14-22

15. Govt. of Pakistan, "National Education Policy 1970" Islamabad, Ministry of Education 1970, P P. 2-18

16. Govt. of Pakistan, "National Educational Policy 1972" Islamabad, Ministry of Education 1972, P P. 21-40

17. Govt. of Pakistan, "National Educational Policy 1978" Islamabad, Ministry of Education 1978, P.31

18. Govt. of Pakistan, "National Educational Policy 1992" Islamabad, Ministry of Education 1992, P P.9-32

19. Govt. of Pakistan, "National Educational Policy 1998" Islamabad, Ministry of Education 1998, P P.9-85

20. Govt. of Pakistan, "National Educational Policy 2010-2020" Islamabad, Ministry of Education 2010, PP.4-45

21۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف خرم، ''تعلیم کی فلسفیانہ اور عمرانیاتی بنیادیں'' کراچی، رہبر پبلشرز، 2019ء ص۔ 465

22۔ سیّد ابوالاعلیٰ مودودی ''تعلیمات'' لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، 1985ء، ص ص 110-29

23۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف خرم، ''قومی نظام تعلیم فکر و عمل کے زاویے'' کراچی، رہبر پبلشرز، 2010ء، ص ص 114-35

24. I.H. Qureshi, "Education in Pakistan", Karachi, My Fair Publishing House, 1974, PP 40-190

25۔ ڈاکٹر اعجاز گیلانی ''پاکستان میں یکساں نظام تعلیم: تعلیم اسلامی تناظر میں'' ایڈیٹرز پروفیسر مسلم سجاد / سلیم منصور خالد لاہور، انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد، 1995ء ص ص۔ 142-139

26۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف خرم، ''قومی نظام تعلیم کی تشکیل جدید (نظریہ و عمل)'' کراچی، رہبر پبلشرز، 1999ء ص ص۔ 123-122

This work is licensed under a [Creative Commons Attribution 4.0 International License.](http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/)